بیان الحکمہ
تحقیقی مجلہ-7
http://bayan-ul-hikmah.salu.edu.pk

بیان الحکمہ [تحقیقی مجلّہ]
(2021ء)

سید محمد باقر الصدر کی تفسیر موضوعی کا تحقیقی جائزہ

*سکندر علی

** ڈاکٹر عبدالغفار

Abstract: The process of Tafseer for understanding the Qur'an began with the life of the Prophet himself, and the lexical, literary, hadithic, literal and semantic interpretation of the verses continued in a systematic manner aimed at understanding the meaning of the Qur'an, but with the progress of time. After the scientific development in the West, along with understanding the Qur'an in a modern way, there was a need to present new solutions in the light of Islamic teachings, which has attracted the attention of some thinkers, the foremost of which is Syed Muhammad Baqir Sadr. Syed Muhammad Baqir Al-Sadr was a well-known thinker, philosopher and jurist of his time.

He has shed light on various aspects of Islamic subjects in accordance with modern and contemporary requirements in which modern ideas in Quranic, historical, philosophical, jurisprudential, principled and political issues have been presented to the Muslim Ummah in a very strong manner.

But the axis of all their ideas and thoughts is the Holy Qur'an. He has introduced a new method of Qur'anic interpretation. Sayyid Muhammad Baqir Sadr called the previous method of commentary inadequate in solving modern problems and offered a new method of "thematic commentary" as an alternative in the light of which human experiences in various social and collective issues before the Qur'an. The Qur'anic doctrine can be learned on this subject by presenting it, because the Qur'an is the only strong and lasting book for the solution of human problems till the Day of Resurrection.

Thematic interpretation is the most appropriate and standard way to understand the Qur'an and solve human problems with it. In which not all the defects that are present in the interpretation of the order, at the same time this method is applicable in every age and time. And Islamic ideology is capable of exploring any modern issue.

Keywords: Holy Quran, ordinal interpretation, thematic interpretation, Syed Muhammad Baqir Sadr

*پی ایچ ڈی اسکالر، اسلامک لرننگ، جامعہ کراچی

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ فقہ و شریعہ ،اسلامیہ یونیورسٹی، بھاولپور

خلاصہ:

فہم قرآن کے لیے تفسیر کا سلسلہ خود پیغمبر کی زندگی سے شروع ہوا، اور آیات کی لغوی، ادبی، حدیثی، لفظی اور معنوی تفسیر ہر دور میں ترتیبی کی روش پر ہوتی رہی جن کا مقصد قرآن کے مفہوم کو سمجھنا مقصود تھا، لیکن زمانے کی پیشرفت خصوصا مغرب میں سائنسی ترقی کے بعد قرآن کو جدید انداز میں سمجھنے کے ساتھ نت نئے مسائل کا حل بھی تلاش اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کرنے کی ضرورت تھی جس کی طرف بعض مفکرین نے توجہ دی ہیں جن میں سر فہرست سید محمد باقر صدر رہے۔

سید محمد باقر الصدر اپنے زمانے کے معروف مفکر، فلسفی اور فقیہ تھے، انہوں نے اسلامی موضوعات کے مختلف پہلوؤں پر جدید اور عصری تقاضوں کے مطابق روشنی ڈالی ہے جن میں قرآنی، تاریخی، فلسفی، فقہی، اصولی، سیاسی مسائل میں جدید افکار انتہائی محکم انداز میں امت مسلمہ کے لیے پیش کئے ہیں۔ لیکن ان کے تمام نظریات اور افکار کا محور قرآن کریم ہے۔ انہوں نے تفسیر قرآن کی ایک نئی روش متعارف کرائی ہے۔

سید محمد باقر صدر نے تفسیر کی سابقہ روش ترتیبی کو عصری مسائل کے حل میں ناکافی قرار دیتے ہوئے ایک نئی روش "تفسیر موضوعی" کو متبادل کے طور پر پیش کیا جس کی روشنی میں مختلف معاشرتی اور اجتماعی مسائل میں انسانی تجربات کو قرآن کے سامنے پیش کر کے قرآنی نظریہ کو اس موضوع کے بارے میں معلوم کیا جاسکتا ہے کیونکہ قرآن قیامت تک کے لیے انسانی مسائل کے حل کے لئے واحد محکم اور پائیدار کتاب ہے۔

قرآن کو سمجھنے اور اس سے انسانی مسائل کو حل کرنے کے لیے تفسیر موضوعی سب سے موزوں اور معیاری طریقہ ہے۔ جس میں وہ تمام نقائص بھی نہیں جو تفسیر ترتیبی میں موجود ہے ساتھ ہی یہ روش ہر دور اور

زمانے میں قابل عمل ہے۔ اور اسلامی نظریہ کو کسی بھی جدید مسئلہ کے بارے میں کشف کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

مقدمہ

قرآن کریم خدا کی آخری نجات بخش کتاب ہے جو انسانیت کی گمراہی سے ہدایت اور ظلمت سے روشنی کی طرف لے جانے کا واحد ذریعہ ہے۔ پیغمبر اکرم کے زمانے سے ہی اس کی تفسیر و تشریح کا سلسلہ شروع ہوا، بعد میں اہل بیت، صحابہ، تابعین، فقہائے امت نے اس بحر بیکراں میں غوطہ ور ہو کر اپنی استعداد کے مطابق استفادہ کیا اور انسانیت کو قرآنی تعلیمات سے آشنا کیا۔ ابتدائی دور میں چونکہ خود رسول بنفس نفیس امت میں موجود تھے اس لیے کہیں بھی مشکل پیش آتی آپ ہی مسئلہ کو حل فرماتے، بعد میں اصحاب نے آپ کے محضر سے حاصل کردہ تعلیمات سے اس کتاب کو سمجھا، جتنا عصر رسول سے مسلمان دور ہوتے گئے، مختلف مکاتب اور ادیان کے ساتھ اختلاط، نت نئے افکار، علمی نظریات کی ترقی نے قرآن کی تفسیر پر بھی اثر کیا، اور طول تاریخ میں مختلف زاویوں سے اس کی شرح و تفسیر کی جانے لگی۔ جس سے امت میں اختلاف نظر کے ساتھ معارف کا ایک وسیع مجموعہ بھی امت کو حاصل ہوا۔ اس میراث سے پر تحقیق و تنقید سے دن بہ دن اس بیکران الٰہی سمندر میں غوطہ ور ہو کر بشریت کے لیے ہدایت اور سعادت کی راہ کو پاسکتے ہیں۔ قرآن کریم اور اسلام کی تعلیمات کو پھیلانے میں مفسرین کی خدمات بہت ہی گرانقدر ہے جنہوں نے ہر دور میں قرآن مجید کی باریکیوں اور اس کی گہرائی میں جا کر الٰہی پیغام کو کشف کرنے میں اپنی قیمتی زندگیوں کو صرف کیا۔ اور قرآن مجید کی مختلف زاویوں اور پہلوؤں سے تفسیر اور تاویل کا کام انجام دیا ہے۔ اس کے باوجود مزید تشریح و تفسیر کی ضرورت کو احساس مزید بیشتر کیا جارہا ہے۔

اگرچہ سابقہ علما، محققین اور مفسرین کی خدمات اور طریقہ کار قابل قدر ہے لیکن زمانے کی ترقی اور جدید تقاضوں خصوصاً علمی انقلاب کے نتیجے میں جو افکار اور نظریات کی جنگ کے پیش نظر قرآن اور اسلام کے بارے میں قدیم روش شاید آج کے دور کے لیے کافی نہیں، اسی نکتے کی جانب مختلف اسلامی موضوعات پر اسلامی مفکرین نے توجہ دی ہیں، ان میں سے ایک اہم موضوع "تفسیر قرآن" ہے جس کی جانب مختلف مفسرین نے زمانے کے تقاضوں اور انسانی تمام مسائل کو پیش نظر رکھ تفسیر کرنے کی کوشش کی ہے لیکن پھر بھی ان کی تفاسیر ایک لحاظ سے سابقہ مفسرین کی روش تفسیر ترتیبی کا تسلسل ہے۔ جس میں آغاز قرآن سے آخر تک ترتیب سے تفسیر کی گئی ہے یا خاص سوروں کی تفسیر۔ اس لیے موضوعات میں جدید مشکلات پر آگاہ ہونے کے باوجود کوئی پائیدار حل نظر نہیں آتا، کہ قرآن کے ذریعے انسانی مسائل کو حل ڈھونڈ سکے۔ کیونکہ آج کے بشری علم مختلف میدانوں میں ایک سسٹم کی صورت میں موجود ہے، جس کا مقابلہ متفرق اور غیر منسجم افکار سے ممکن نہیں۔ اسی مشکل کے پیش نظر سید محمد باقر صدر نے مختلف دینی علوم میں سسٹم سازی پر تاکید کرنے کے ساتھ آپ نے اہم موضوعات پر اسی روش کے ذریعے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے،

سید کے ابتکارات میں ایک سے ایک قرآن مجید کی تفسیر میں ایک اہم طریقہ کار کا اضافہ ہے جو جدید مسائل کو حل کرنے کے سلسلے میں مفید ہے جس کو آپ نے "تفسیر موضوعی یا توحیدی" کا نام دیا ہے۔ اس تفسیری روش کے ذریعے اسلام کے نظریہ کو دیگر مکاتب اور ادیان کے مقابلہ میں بہتر طریقے سے پیش کر سکتا ہے جو کہ تفسیر ترتیبی میں ممکن نہیں۔

مقالہ حاضر میں قرآنی نکتہ نظر سے امت مسلمہ کو درپیش جدید مسائل کو حل کرنے کے سلسلے تفسیر کی ایک نئی روش کا جائزہ لینا مقصود جو اب تک ہماری نظروں سے اوجھل ہے، تاکہ اس روش تفسیر پر بھی محققین تحقیقی وتنقیدی نظریات کے ذریعے اس کے استحکام میں اپنے فکری آراء کو بیان کرسکیں۔

اس روش سے مشابہ تفسیر "موضوعی" کے عنوان سے بعض علمانے پیش کیا ہے، جس میں ایک موضوع سے مربوط آیات کو جمع کر کے ترتیب کے ساتھ ان کی تفسیر کی ہے جس کی مثال "پیام قرآن" قرآن کا دائمی منشور" جیسی تفاسیر ہیں، اور بعض محققین نے اسی طریقہ پر کتابیں بھی لکھی ہیں لیکن یہ تفاسیر نام کی حد تک ان سے مشابہ ہیں لیکن اپنی روح اور حقیقت میں ان سے جدا ہیں۔ زیر نظر تحقیق میں سید محمد باقر صدر کے افکار کے ساتھ دیگر محققین کے افکار سے استفادہ کیا گیا ہے جنہوں نے سید کے مذکورہ نظریہ پر تحقیق کی ہیں۔ اور تحقیق کو صرف سید باقر صدر کے تفسیری نظریے تک محدود رکھا گیا ہے، اور اسی کے اصول اور امتیازت کو بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

تفسیر کیا ہے؟

تفسیر لغت میں مادہ فسر سے روشن اور واضح کرنے کے معنی میں ہے، راغب اصفہانی فرماتے ہیں "فسر وسفر جس طرح لفظی اعتبار سے قریب ہے اسی طرح معنی میں بھی قریب ہے مگر اس فرق کے ساتھ فسر معقول معنی اور غیر محسوس مفاہیم کے اظہار اور سفر خارجی اور محسوس اشیاء کو دیکھنے کے لیے ظاہر کرنے کے معنی میں ہے۔(1)

مفسرین کے نزدیک، تفسیر مشکل اور دشوار لفظ جو اپنے معنی کی منتقلی میں نارسا ہے سے ابہام کو ختم کرنے سے عبارت ہے۔ پس تفسیر وہاں پر ہے جہاں لفظ میں ابہام ہو جو معنی اور کلام پر دلالت میں ابہام کا سبب بنے، اور

اس ابہام واجمال کو دور کرنا بہت ہی دقت اور کوشش چاہتا ہے۔ قرآن اگرچہ نور وہدایت ہے تمام چیز اں کا بیان اس میں ہے لیکن اس میں ابہام کبھی خارج سے ہے یا کبھی قرآن کے طرز بیان کے سبب سے، کیونکہ قرآن عمومی قوانین پر مشتمل ہے اس لیے اختصار سے کام لیا گیا ہے، اور جزئیات کو چھوڑ دیا ہے اور یہ بھی اجمال کا سبب بنا ہے، ساتھ ہی قرآن دقیق مفاہیم، اسرار ہستی کے بارے میں بلند واعلیٰ تعلیمات پر مشتمل ہے جس کو سمجھنے سے عصر بعثت کے لوگ عاجز تھے، جو زمانہ گزرنے کے ساتھ لوگوں کے لیے بیان کا محتاج ہے۔(2)

تفسیر کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1۔ تفسیر ترتیبی:

اس میں قرآن کی تفسیر کا آغاز الحمد سے شروع کرکے والناس پر ختم کرتے ہیں، اور قرآنی آیت کو سمجھنے کے لیے لغت، ادب، حدیث، تاریخ اور قرآئن سے اسفادہ کیا جاتا ہے یہاں مفسر کی نظر آیت کے معنی کس سمجھنا ہے جب وہ تمام وسائل کے ذریعے اس کا مطلب سمجھ جائے تو اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے، اس راہ میں کبھی دوسری آیات سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے اور کبھی اس سے خاص موضوع کے بارے میں نظریہ بھی بیان ہوتا ہے لیکن اس میں مفسر کا ہدف لفظ کے معنی کو سمجھنا ہے، چونکہ ابتدا میں معنی کا سمجھنا ہر ایک کے لیے آسان تھا لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ، حالات کی تبدیلی، زمان کا فاصلہ اور تجربہ انسانی کی زیادتی نے الفاظ کو پیچیدہ بنا دیا اس لیے تفسیر ترتیبی میں وسعت آگئی۔

"یہ روش تفسیر صحابہ وتابعین کے دور سے شروع ہوا، جس میں بعض آیات کی تفسیر، مفردات کی تشریح ہوتی تھی اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ اس تفسیر کی ضرورت میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک تیسری

صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے اوائل میں اس طرح کی تفسیر ابن ماجہ، طبری اور دیگر نے پیش کی جو کہ تفسیر ترتیبی کی وسیع صورت میں ظاہر ہوئی۔"(3)

لیکن اس تفسیر میں مفسر کی پوری کوشش آیات کے معنی کو سمجھنا، ابہام کو دور کرنا ہے جس کے لیے وہ دیگر آیات، احادیث، لغت، ادب، تاریخ اور دیگر قرآئن سے مدد لیتا ہے لیکن اس کا ہدف و مقصد اسی آیت کا معنی سمجھنا ہے جس میں پیچیدگی اور مشکل موجود ہے۔

2۔ تفسیر موضوعی:

تفسیر موضوعی کی مختلف تعاریف بیان کی گئی ہے جس میں سید کے نزدیک موضوعی سے مراد یہ ہے کہ مفسر ایک ایک آیت کی الگ تفسیر کی بجائے زندگی کے عقیدتی، معاشرتی یا کائناتی پہلو متعلق ایک موضوع کو انتخاب کر کے بحث کو شروع کرتے ہیں مثلا عقیدہ توحید قرآن میں، عقیدہ نبوت قرآن میں، اقتصاد قرآن میں، تاریخی سنتیں قرآن میں یا آسمان وزمین قرآن میں۔(4)

اس تفسیر میں مقصد انسانی زندگی سر مربوط کسی موضوع کے بارے میں قرآنی نظریے اور موقف کو مشخص کرنا ہے جس کے نتیجہ میں زندگی یا کائنات سے متعلق اسلام کا پیغام معلوم ہو جاتا ہے۔ سید کی نظر میں تفسیر ترتیبی مکمل طور پر موضوعی سے الگ طریقہ نہیں، موضوعی کے لیے بھی پہلے مرحلہ میں ترتیبی لحاظ سے تفسیر ضروری ہے، لیکن طول تاریخ میں ترتیبی تفسیر نے اتنی ترقی کی ہے اب لغوی، ادبی، معنی، حدیثی، تاریخی اور دیگر زاویے سے اتنی بحث ہو چکی ہے اور یہ طریقہ کامل ہو چکا ہے جس کے بعد کی ساری خدمات تکراری اور سابقہ روش کی تشریح کے علاوہ کوئی جدید علمی کام نہیں۔ لہٰذا اس روش کے لئے سابقہ تفاسیر کافی ہیں۔ لیکن جو اس

وقت ضرورت ہے وہ موضوعی تفسیر ہے جس پر مفسرین کی توجہ نہیں گئی اور یہ قرآن کی حقانیت اور ہر دور میں اس کے قابل عمل ہونے کو ثابت کرنے کے لیے ضروری ہے۔ جدید روش میں دین اسلام کو ایک مکمل نظام کے طور پر پیش کرنا ہے اور عصری مشکلات اور پیچیدہ مسائل میں اسلام کے نکتہ نظر کو دوسرے ادیان کے مقابلے میں پیش کرنا ہے۔

تفسیر ترتیبی اور موضوعی میں فرق:

سید باقر محمد صدر تفسیر ترتیبی اور موضوعی میں دو بنیادی فرق بیان کرتے ہیں ان میں تفسیر ترتیبی میں جو نقص اور کمی ہے اس کو دور کرنے کا واحد ذریعہ تفسیر موضوعی ہے۔

1۔ تفسیر ترتیبی میں مفسر کا کردار منفی ہے، یعنی مفسر سابقہ کسی فرضیہ کے بغیر کسی آیات کی تفسیر شروع کرتا ہے، اس آیت کے معنی کو قرآئن کی روشنی میں مشخص کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس میں مفسر کا کام صرف سننا اور سمجھنا ہے، اس میں قرآن اپنے معارف کو عطا کرتا ہے جبکہ مفسر ایک خاموش مستمع ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں تفسیر میں موضوعی میں مفسر قرآن کی آیت سے شروع نہیں کرتا بلکہ وہ انسان کو درپیش ایک اہم عقیدتی، کائناتی، یا معاشرتی موضوع کو مورد نظر قرار دیتا ہے، اور اس مسئلہ کو حل کرنے کے سلسلے میں دوسرے ادیان و مکاتب کے مفکرین کی تجربات اور افکار سے استفادہ کرتا ہے، اس کے بارے میں قوی اور ضعیف نکات کا جائزہ لیتا ہے پھر قرآن کی طرف رجوع کرتا ہے کہ اور اس مسئلہ کو قرآن کے سامنے رکھتا ہے کہ اس بارے میں قرآن کا کیا نظریہ ہے۔ اس روش میں مفسر صرف مستمع اور سننے والا نہیں بلکہ وہ نص قرآنی کے ساتھ گفتگو، سوال وجواب کرتا ہے، مفسر سوال کرتا ہے قرآن جواب دیتا ہے، یہاں مفسر انسانی تجربات کی روشنی میں حاصل شدہ علم اور اور نتیجہ کو اپنے موضوع سے مربوط کرنے کے بعد قرآن کی شاگردی اختیار کرتا

ہے اور مذکورہ موضوع سے متعلق قرآن سے گفتگو کرتا ہے یہاں اصل ہدف اسی مشکل یا موضوع سے مربوط اسلامی نظریہ کو قرآن سے حاصل کرنا ہے۔ اس بنا پر تفسیر موضوعی ہمیشہ انسانی تجربہ کے ہمراہ ہے کیونکہ انسانی زندگی سے مربوط کسی مسئلہ میں قرآنی موقف کو مشخص کرتا ہے۔

اس طریقہ کا نام سید نے " قرآن سے استنطاق " رکھا ہے جس کی طرف حضرت علی ابن ابی طالب نے اشارہ کیا ہے۔ آپ قرآن کے بارے میں فرماتے ہے ہیں: ذالک القرآن فاستنطقوہ ولن ینطق،ولکن اخبرکم عنہ آلا ان فیہ علم مایاتی،والحدیث عن الماضی، ودوا دائکم،ونظم مابینکم۔(5)

ترجمہ: یہی قرآن ہے۔اسے بلوا کر دیکھو اور یہ خود نہیں بولے گا۔میں اس کی طرف سے ترجمانی کروں گا۔ یاد رکھو کہ اس میں مستقبل کا علم ہے اور ماضی کی داستان ہے تمہارے درد کی دوا ہے اور تمہارے امور کی تنظیم کا سامان ہے۔

یہ خوبصورت تعبیر "استنطاق" جو آپ نے ارشاد فرمایا ہے وہ تفسیر موضوعی ، قرآن سے گفتگو، مشکل مسائل کو بیان کرنا ہے تاکہ قرآن کے نکتہ نظر کے مطابق جواب حاصل کیا جاسکے۔

2۔ ایک اور بنیادی فرق تفسیر موضوعی،ترتیبی سے ایک قدم بلند اور آگے ہے، کیونکہ ترتیبی میں صرف آیات کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے جبکہ " تفسیر موضوعی اس سے زیادہ کی خواہش مند ہے کہ اس کا میدان اس سے وسیع ہے یہاں ان تفصیلی مدلولات کے درمیان ارتباط کی صورتوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے یہاں مفسر کوشش کرتا ہے کہ آیات قرآنی کی مجموعی ترکیب سے قرآنی نظریہ اخذ کرے۔ وہ ترکیب جو ان آیات

کے درمیان پائی جاتی ہے جسے ہم آج کل کی زبان میں نظریہ کہتے ہیں یعنی مفسر مثلا نبوت یا اقتصاد یا قانون تاریخ سے متعلق قرآنی نظریہ تک پہنچنا چاہتا ہے"(6)

اقسام تفسیر موضوعی:

تفسیر موضوعی کو عصر حاضر کے مفسرین نے مختلف زاویوں سے بیان کی ہے۔

1۔ تفسیر موضوعی کی پہلی قسم یہ ہے کہ مفسر ایک قرآنی لفظ کو جو مختلف جگہوں پر الگ موضوعات میں استعمال ہوا ہے، موضوعی اعتبار سے تحقیق کرتے ہیں تاکہ اس لفظ کے دقیق معنی کو کشف کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف معانی اور استعمال کو معلوم کر سکے۔ اس کی بہترین کتاب "مفردات راغب" ہے۔

2۔ قرآن کے کسی سورہ کو موضوع قرار دے کر اس کے اصلی اہداف کے بارے میں بحث کرنا، اس روش میں پہلے ہر سورہ کے لیے ایک موضوع کو انتخاب کرتا ہے، پھر مفسر اس موضوع کے اہداف کو کشف کرنے کے لیے کوشش کر کے تمام آیات کو اسی موضوع اور اہداف کی روشنی میں تفسیر کرے۔ سید قطب کی ظلال القرآن اسی طرز کی تفسیر ہے۔

3۔ کسی قرآنی موضوع کی تفسیر کرنا، اس کی بھی دو قسم مشہور ہے۔

1۔ مفسر تمام قرآنی موضوعات کو مشخص کر کے اسی سے مربوط تمام آیات کو استخراج اور جمع کر کے ان پر تحقیق کرے، اور قرآنی نکتہ نظر کو اس موضوع کے بارے میں ثابت کرے، اس تفسیر میں مفسر کا کام عمل فقط قرآنی پیغام کو سننا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ اس کی مثال "پیام قرآن" اور " قرآن کا دائمی منشور" ہے۔

2۔ اس طریقہ میں پہلے مفسر معاشرہ یا انسانی زندگی سے مربوط کسی اہم مشکل کے بارے میں جستجو کرتا ہے پھر اس یقین کے ساتھ کہ تمام انسانی مسائل کا حل قرآن میں ہے، قرآنی نظریہ کو حاصل کرنے کے لیے متعلقہ موضوع سے مربوط آیات میں غوروفکر کرتا ہے۔ سید محمد باقر صدر نے اسی قسم کو تفسیر توحیدی یا موضوعی کا نام دیا ہے۔ آپ نے "المدرسۃ القرآنیہ" میں اسی طرز تفسیر کو اپنائی ہے۔

تفسیر موضوعی یا توحیدی کی وجہ تسمیہ:

اس روش کو تفسیر موضوعی اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں " تفسیر موضوع اور واقع خارجی سے شروع کرتا ہے اور اسکی برگشت قرآنی کی طرف ہوتی ہے جسے ہم موضوعی کہتے ہیں، اس کو توحیدی بھی کہا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں تجربہ بشر اور آیات قرآنی کو جمع کی جاتی ہے اور جوڑا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ تجربہ بشری کو قرآن پر ٹھونسا جاتا ہے۔ اس معنی میں نہیں کہ قرآن کو تجربہ بشری کے سامنے خاضع کرتا ہے بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ ہم نے ایک ہی بحث میں ان دونوں کو جمع کیا ہے تاکہ اس سے کوئی نتیجہ ملے اور اس تجربہ اور فکری مقولہ کہ جس کے بارے میں ہم بحث کتر رہے ہیں کے بارے میں اسلام کے معین کردہ حکم کو قرآنی مفہوم سے اخذ کریں اور اسلام کا اس بارے میں نکتہ نقطہ و نظر واضح ہو جائے۔(7)

اسی طرح یہ موضوعی تفسیر ہے چونکہ اس میں ایک ہی موضوع سے مربوط مختلف آیات کو انتخاب کیا جاتا ہے اور توحیدی اس معنی میں کہ یہاں ان آیات کے معانی میں ایک نظریاتی اتحاد اور انسجام پیدا ہو جاتا ہے، ان دونوں معانی کے لحاظ سے اس روش کو ترتیبی کے مقابلے میں "موضوعی یا توحیدی" کہنا مناسب ہے۔

تفسیر موضوعی کو ترجیح دینے کے اسباب:

سید محمد باقر صدر نے اس کی عصر حاضر تفسیر ترتیبی پر موضوعی کو ترجیح دینے اور اس کی ضرورت سے بھی بحث کیا ہے اور دونوں قسموں کی بنیادی فرق کو بھی بیان کرنے کے بعد تفسیر موضوعی کے افق کو وسیع، کشادہ اور زیادہ فائدہ مند قرار دیا ہے جس میں جدید نظریات پیدا کرنے کی صلاحیت کے ساتھ استمرار، ترقی اور نشو ونما کی قدرت بھی موجود ہے، اور انسانی تجربہ کی روشنی میں قرآنی نظریہ کو معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ ذریعہ اسلام کے "بنیادی نظریات" کو حاصل کرنے کا واحد راستہ ہے۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں ان اساسی نظریات کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ پیغمبر نے قرآن کو ہمیں موجودہ ترتیبی صورت میں عطا کیا ہے۔ اس لحاظ سے دور حاضر میں تفسیر موضوعی کی روش کا اپنانا مختلف وجوہات کی بنا پر ضروری ہے۔

1۔ اسلام کا مزاج:

خود اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں فرد و معاشرہ، دین و دنیا جدا نہیں اور اسلام کی طبیعت یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کے مسائل کا حل موجود ہو ورنہ اسلام کا آخری دین ہونا، تمام ادیان پر غالب آنے کی منطق، کامل و جامع دین ہونے کا دعوی اس وقت تک درست نہیں جب تک اس کے اندر تمام مسائل کا حل موجود نہ ہو۔ اس کی مثال سید اقتصاد کے بارے میں دیتے ہیں: "یہی حال شریعت اسلام کا ہے کہ وہ افراد کے سلوک کو منظم کرتی ہے اور یہ طے کرتی ہے کہ کس مال کو بطور قرض لینے، کسی شخص کو اجیر بنانے یا کسی وقت خود مزدوری کرنے میں انسان کو انداز کیا ہو جانا چاہیے۔ اور یہ مسئلہ انفرادی ہونے کے باوجود اجتماعی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے جہاں معاملہ میں طرفین کے برتاو کو طے کرنا ہوتا ہے۔ افراد کے سلوک کو اجتماع سے الگ

کر دینا ایک قسم کا تناقض ہے جس کا امکان نہیں ہے۔ اسلامی شریعت کا فردی سلوک کے منظم کرنے کے بارے میں اعتراف کر لینا خود اس بات کا ثبوت ہے کہ اس میں اجتماعی تنظیم پائی جاتی ہے۔"(8)

اسی طرح آپ اسلام کے تمام پہلوؤں کو ایک ہی کل کے جز سمجھتے ہیں جو ایک دوسرے سے قابل تفکیک نہیں، بلکہ سب کو ایک دوسرے سے مربوط ہیں جن کو نظر انداز کر کے نتیجہ لینا درست نہیں۔ اگر ہم اسلام کے تمام اجزا کو آپس میں ملائیں اور اس پر نگاہ کریں تو ایک جامع نظریہ وجود میں لا سکتے ہیں:

"اور پھر جب یہ تمام اجزاء ایک جگہ جمع ہو کر ایک مجموعہ کی شکل اختیار کر لیں گے تو اسلام کو اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ وہ اپنے عالمی پیغام کو صحیح طریقہ سے پہنچا سکے گا اور وہ انسان کو اسی سانچے میں ڈسال سکے گا جس میں ڈھالنے کے لیے اس نے اس دنیا میں قدم رکھا تھا۔ سعادت مندی اور رفاہیت کی فراوانی ہو گی اور انسانی معاشرہ کو اس سے مکمل استفادہ کا موقع ملے گا۔ اب اگر ہم تمام اجزاء کو الگ الگ رکھ کر اس بات کی امید کریں کہ اسلام اپنے پیغام کو منزل مقصود تک پہنچا دے گا اور اپنی مہم میں کامیاب ہو جائے گا تو یہ ایک موہوم خیال ہو گا جس کی کوئی واقعیت نہ ہو گی اس لیے کہ کسی انجینیر کے نقشہ کا حسن اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب اس کے طابق مکمل عمارت تیار ہو جائے لیکن اگر کوئی شخص صرف ایک گوشہ تعمیر کر کے اسی سابق حسن کی امید کرے تو اس کی یہ امید وہم وخیال وجنون سے زیادہ وقعت نہ رکھے گی۔ اسلامی نے اپنے نقشہ تنظیم سے انسانی فلاح وبہبود کی ضمانت ضرور لی ہے لیکن اسی وقت جب اس نقشہ کے مطابق مکمل تعمیر عالم وجود میں آجائے اور اس کو کامل شکل میں سماج پر منطبق کر دیا جائے لیکن اگر اس کے شیرازہ کو منتشر اور اس کے اجزاء کو پریشان کر دیا جائے تو پھر اس سے یہ توقع بالکل غلط ہو گی اور اس میں نظام زندگی کا کوئی تے تصور نہیں ہو گا بلکہ ساری کوتاہی انطباق کی ہو گی۔ علوم طبیعیہ بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ عالم کی ہر شے ایک خاص فائدے اور خاصہ کی

حامل ہے لیکن انہیں مخصوص حالات جن میں یہ فائدہ رکھا گیا ہے اب اگر کوئی شخص ان حالات کی پرواکئی بغیر وہی استفادہ کرنا چاہے تو سوائے خسارت اور ناپائیداری کے کوئی شے حاصل نہ ہوگی۔"(9)

2۔جدید مغربی نظریات کا ظہور

ایک اوراہم ضرورت مغرب میں صنعتی انقلاب اور دین وسیاست کی جدائی کے بعد جدید نظریات اور مفکرین نے پوری دنیا بالجملہ مسلمانوں کو زیر اثر قرار دیا ہے۔جس سے مقابلہ بھی ایک اجتماعی فکر اور منظم سسٹم کے بغیر ممکن نہیں۔

"۔۔۔یہاں قرآن اوراسلام کے نظریہ کو پڑھ کر سمجھنے کی ضرورت ہے اور یہ حاجت ایک ناگزیر حقیقت ہے خصوصا اس زمانہ میں کہ جہاں عالم اسلام کے انسان اور عالم غرب کے انسان کے اختلاف سے بہت سارے نظریات پیدا ہوئے ہیں اور جب مغرب نے اپنی تمام فکری اور ثقافتی توانائیوں کے ساتھ معرفت بشری کے میدانوں پر حملہ کیااور ہماری سوچ وفکر میں مداخلت کی۔جب عالم اسلامی اور عالم مغربی کا یہ اختلاط اپنی انتہاء کو پہنچا تو ایک مرد مسلمان نے اپنے آپ کو زندگی کے مختلف میدانوں میں بہت سارے نظریات کے سامنے پایا۔یہاں اس نے یہ ضرورت محسوس کی کہ ان نظریات کے بارے میں اسلامی موقف کامعلوم ہوناضروری ہے اور اس بارے میں نصوص اسلامی سے گفتگو ایک ضروری عمل ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ نصوص کی گہرائیوں میں داخل ہو جائے تاکہ ان مسائل کے بارے میں اسلام کے حقیقی نقطہ نظر کو منفی یامثبت انداز میں حاصل کر سکے تاکہ زندگی کے مختلف میدانوں میں جہاں بشری تجربات کام آتے ہیں وہاں کے لیے اسلامی نظریات معلوم ہو سکیں۔پس یہاں اس مقام پر تفسیر کے دونوں طریقوں میں تفسیر موضوعی ہی افضل وبہتر ہے (10)"۔

عصر پیغمبر سے دوری، نت نئے نظریات اور افکار کو وجود میں آنا اور اسلام کا مغربی نظام کے مقابلے میں دوبارہ ایک نظام کے طور پر احیاء اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اگر اسلام کو عملی میدان میں کامیاب دیکھنا ہے تو اسلامی مفکرین کو اس طرز تفسیر پر توجہ دینا ضروری ہے۔

تفسیر موضوعی کے فائدے:

تفسیر موضوعی کا سب سے اہم فائدہ دیگر نظریات و مکاتب کے مقابلے میں اسلام کو ایک آفاقی مکتب کے طور پر پیش کرنے کی صلاحیت ہے جہاں اس روش سے کسی بھی موضوع کے بارے میں نظریہ کو کشف کر سکتے ہیں۔"۔جو تفسیر موضوعی ہم نے بیان کی ہے اس کا افق وسیع، کشادہ اور زیادہ ثمر بخش ہے، اس لحاظ سے یہ تفسیر ترتیبی سے ایک قدم آگے ہے۔اسی طرح اس میں نئی ایجادات اور انکشافات کے ذریعے تجدید اور استمرار کی صلاحیت بھی ہے، جس لحاظ سے انسانی تجربہ کا مواد اجب اس تفسیر کے سامنے پیش ہوتے ہیں تو وہ اسی لحاظ سے بے نیاز کرتی ہے۔پھر یہ شخص ان مواد کو قرآن کریم کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ قرآن کریم سے اس بارے میں جواب حاصل کر سکیں۔یہی اسلام کے اساسی نظریات کو حاصل کرنے کا واحد راستہ ہے۔۔ہاں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ان بنیادی نظریات کو حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ حقیقت میں ان نظریات کی حدود کا تعین کرنا اور ان نظریات کا حاصل کرنا اس زمانہ کی بنیادی ضرورت ہے۔ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم اپنے آپ کو ان نظریات سے بے نیاز تصور کریں۔پیغمبر اکر ان نظریات کو عطا کرتے تھے لیکن تطبیق کی صورت میں اور اس وقت جو قرآنی واسلامی ماحول کی فضا تھی اس میں ان کو بیان کرتے تھے۔چونکہ ہر فرد مسلمان اس ماحول میں، اس نظریہ کو سمجھتا تھا، اگرچہ اجمالی اور ارتکازی طور پر ہی کیوں نہ ہو۔کیونکہ اس وقت جو فکری، تربیتی اور

اجتماعی ماحول پیغمبرؐ نے پیدا کیا تھا اس میں یہ قدرت تھی کہ ان نظریات کو سالم طریقے سے ان کو سمجھائیں اور مختلف مواقع اور حوادث میں اپنا موقف ان پر واضح کر دیں۔"(11)

مفسر قرآن مکارم شیرازی تفسیر موضوعی کے چار اہم فائدے بیان کرتے ہیں:

1۔ قرآنی آیات میں ابتدائی طور پر نظر آنے والے ابہامات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور تشابہات کو حل کرنا۔

2۔ دور نزول کے حالات، خصوصیات، اسباب، نتائج اور موقف سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

3۔ ایک جامع تفسیر حاصل ہوتی ہے جیسے توحید، شناخت خدا، عبادات، جہاد اور دوسرے اہم موضوعات پر۔

4۔ بعض آیات کو دوسری آیات کے ساتھ ملانے سے قرآن کے اسرار ورموز اور جدید پیغام کو حاصل کرنا۔(12)

سید محمد باقر صدر کی نظر میں بھی تفسیر موضوعی کی اہمیت عصر حاضر کے بہت سارے مسائل کے بارے میں اسلام کے نکتہ نظر کو معلوم کرنا ہے، کیونکہ سابقہ ادوار میں مسلمان ایک اسلامی ماحول میں زندگی کرتے تھے، اور سول کی زندگی میں عملا قرآنی نظریات کو سمجھتے تھے، جس کی وجہ سے وہ معاشرتی موضوعات میں تفسیر موضوعی کی اہمیت کا ادراک نہیں رکھتے تھے۔(13)

تفسیر موضوعی کی خصوصیات

اسلامی نظریہ کی تشکیل:

تفسیر ترتیبی میں صرف متفرق آیات سے استفادہ ممکن ہے اور معلومات کا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے لیکن موضوعی میں مختلف جزئی اور کلی مسائل کے آپس میں موازنہ سے نظریہ تشکیل عمل میں آتا ہے جس مختلف اور زمانے کے جدید مسائل کو حل کرنے میں مدد دیتا ہے۔

اختلافات مذہبی کا خاتمہ:

تفسیر ترتیبی میں صرف ایک ہی آیات کی طرف نگاہ سے مختلف مسالک، نظریات اور اختلافات وجود میں آئے ہیں لیکن اس کے مقابلے میں تفسیر موضوعی میں اس اہم مشکل کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

تفسیر موضوعی، قرآن کے معجزہ ہونے کی اہم دلیل:

تفسیر ترتیبی میں صرف آیات کے معانی کو سمجھنے کے بعد اس کا عمل ختم ہو تا ہے لیکن موضوعی میں قرآن ہر انسانی مسئلہ کو حل کرنے اور تمام مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک تحدی کے طور پر سامنے آتا ہے، جو اس کے اعجاز کی دلیل ہے۔

روش کے وسائل:

(الف) انسانی تجربہ:

تفسیر موضوعی میں ایک اہم بنیاد، خارجی اور موضوع کے بارے میں جدید نظریات سے مکمل آگاہی حاصل کرنا ہے۔ اسلامی نکتہ نظر کو سمجھنے سے پہلے زندگی کے مختلف جوانب اور موضوع کے بارے میں بیان شدہ مختلف نظریات کو تشخیص دینا اس لیے ضروری ہے تا کہ اس کی نکات قوت اور ضعف سے آگاہ ہو سکے۔ لہذا آپ کے نزدیک کسی بھی مسئلہ میں اسلامی کے نکتہ نظر کو معلوم کرنے سے پہلے مکمل طور پر دیگر مکاتب میں اس کے بارے میں بیان کردہ نظریات، مفاہیم اور استدلال اور ان کے تمام جوانب اور ابعاد سے آگاہی ضروری ہے

آپ نے تفسیر موضوع کی بحث میں ااس روش کو بیان کیا ہے:"۔۔۔۔ تفسیر موضوعی میں مفسر اپنا عمل نص قرآنی سے شروع نہیں کرتا بلکہ انسانی زندگی سے مربوط واقعات سے شروع کرتا ہے اور اپنی نظر کو زندگی کے مشکل موضوعات جیسے عقائد، اجتماعی اور کائناتی موضوع میں سے ایک پر مرکوز کرتا ہے۔ اس موضوع کے لیے فکر انسانی نے جو مشکلات پیدا کی ہیں اور اب سے پہلے فکر انسانی نے اس کے حل کے لیے جو نظریات پیش کیے ہیں اور تاریخ میں جہاں جہاں اس کے بارے میں سوال چھوڑا گیا ہے اور وہ جواب سے خالی رہے ہیں ان سب پر وہ اپنی نظر مرکوز کرتے ہیں۔(14)

(ب) اسلامی مفاہیم:

اسلای مفاہیم سے آشنائی نظریات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے، سید محمد باقر صدر نے اپنی کتاب اقتصادنا میں اس روش کو شریعت کو ایک کل کے طور پر سمجھنے کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ مفاہیم سے مراد کائنات، معاشرہ اور ارتباطات یا شرعی احکام میں سے کسی حکم کے بارے میں اسلامی تصور اور نکتہ نظر ہے یعنی اسلام کے بارے میں ہر وہ نظریہ یا اسلامی تصور جو کائنات، معاشرہ اور اسلامی احکام کی تفسیر اور تشریح کرے۔ کو مفہوم کہا جاتا ہے اسی لیے عقیدہ توحید کی روشنی میں مفاہیم اشیا کی تفسیر کرتے ہیں۔ مفاہیم نہ عقیدہ ہے اور نہ احکام، بلکہ عقیدہ اور اس کی روشنی میں پیدا ہوتا ہے سید اس کی مثال دیتے ہیں: آپ نے مفاہیم کی دو مثالیں پیش کی ہیں جن میں سے ایک مفہوم فقر جس کے ساتھ زکوٰۃ مربوط ہے کے بارے میں لکھتے ہیں:" فقیر ہر وہ شخص ہے جس کی سطح زندگی معاشرہ کی عام سطح زندگی معاشرہ کی عام سطح زندگی سے گرئی ہوئی ہو اور وہ اپنے تمام ضروری اور غیر ضروری مناسب و معقول وسائل حیات فراہم کرنے پر قادر نہ ہو۔ اور غنی ہر وہ انسان جس کے حالات عام سطح زندگی سے پست نہ ہوں اور وہ اپنے تمام مناسب مصارف ضروری و غیر ضروری کی کفالت

خود کر سکتا ہو۔ یعنی اسلامی فلسفہ میں فقیری کا کوئی خاص تصور نہیں اور فقیر وہ نہیں ہے جو معاشرہ سے زندگی کی بھیک مانگتا ہو بلکہ فقیری کا مفہوم ایسا عام ہے جو حالات زمانہ کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔ اگر معاشرہ کی سطح زندگی پست ہو تو فقیر کا معیار حیات بھی پست ہو گا اور اگر معاشرہ ترقی کے آخری مدارج طے کر رہا ہے تو معاشرہ کا فقیر بھی اسی منزل ارتقا پر فائز ہو گا اور یہی وجہ ہے کہ ایک آباد تر ترقی یافتہ معاشرہ کا فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس مستقل مکان نہ ہو اور ایک پست و معمولی معاشرہ کا ایسا شخص فقیر نہیں کہا جا سکتا۔

آپ یہ خیال نہ کریں کہ اسلام نے ایک ایسے مفہوم کو جس پر ساری زکوٰۃ کا دار و مدار ہے غیر معین طریقہ پر کیوں چھوڑا دیا اور اسے محدود بنا کر کیوں نہیں بیان کیا؟ اس لیے کہ یہ اسلامی احکام کی پختگی اور زمانہ سے ہم آہنگی کی بہترین دلیل ہے اس نے فقیری کے ایسے معنی بیان کر دیے ہیں کہ حالات زمانہ سے اس کے مصادیق بدلتے رہیں گے لیکن اس کے اسلامی مفاہیم میں کوئی تغیر نہ ہو گا، مفہوم اپنے مقام پر اعلیٰ حالہ باقی رہے گا۔"(15)

مفاہیم کی دوسری مثال آپ علم طب سے دیتے ہیں جو ہر زمانے کے تقاضوں کے مطابق اس کا مصداق اور معیار بدل جاتا ہے اور اس کی ایک ثابت شکل نہیں رہتی، اس لیے کو کوشش کرنی چاہیے کہ کونسے مفاہیم ایسے ہیں جو ثابت ہیں اور کونسے متغیر۔ پھر اس کے حدود کو متعین کرنا ماہرین کی ذمہ داری ہے کہ زمانے کت تقاضے اور روح شریعت کو مد نظر رکھ کر اس مفہوم کو معین کرے۔ اس سلسلے میں آپ فرماتے ہیں: "مفاہیم متغیرہ کی ایک اور مثال طب ہے، کہ اسلام نے تمام مسلمانوں کے لیے طبابت سیکھنے کو واجب کفائی قرار دیا ہے یعنی معاشرہ میں بقدر ضرورت اطباء کا ہونا بالکل ضروری ہے اور پھر اس کا ایک مفہوم بھی مقرر کرایا ہے کہ طبابت ایسے خاص معلومات کا نام ہے جو حالات زندگی کے اعتبار سے مرض کا علاج کر سکیں ظاہر ہے کہ یہ مفہوم

معین بھی ہے اور زمانہ کے ارتقاء اور تاریخ کے ادوار کے اعتبار سے اپنے انطباق میں متغیر ہوتا رہے گا۔ایک زمانہ وہ ہوگا جب معمولی معلومات بھی معاشرہ کے علاج کے لیے کافی ہوں گے اور ایک زمانہ وہ آئے گا جب ان معلومات کی کوئی قیمت نہ ہوگی اور علاج کے لیے جدید معلومات فراہم کرنے پڑئیں گے۔یہی وجہ ہے کہ عصر رسالت کے برابر معلومات رکھنے والا طبیب آج کے دور میں اس فریضہ کو ادا نہیں کر سکتا۔آج کے بڑھتے ہوئے امراض اور بدلتی ہوئی ہوا وہوس میں ان معلومات کی کوئی حیثیت ووقعت نہیں ہے ان کے لیے جدید معلومات فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔معلوم ہوا کہ طبابت اگرچہ مفہوم کے اعتبار سے محدود شے تھی لیکن انطباق کے اعتبار سے لامحدود مدارج اور منازل کی حامل ہوگئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ کل کا طبیب آج کا طبیب نہیں کہا جاسکتا۔(16)

اسلام کے مختلف عناوین اور موضوعات کو عصری تقاضوں کے مطابق پیش کرنے میں مفاہیم کا کردار بہت ہی اہم ہے جس سے دو اہم فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

1۔ مفاہیم سے احکام ور نظریہ کی تشکیل میں مدد لے سکتا ہے۔

2۔ نظریہ مفاہیم اور اہداف کو آپس میں ارتباط دے سکتے ہیں۔(17)

ج) قرآنی آیات کا موضوعی مطالعہ:

اس روش میں خارجی موضوع سے مربوط آیات کا اس اعتبار ست مطالعہ کیا جاتا ہے جس سے قرآنی نگاہ سے اس مشکل کا حل مل سکے جس بشری علوم عاجزہیں۔اسلامی نظریہ کو کشف کرنے کے لیے صرف نصوص

کو الگ پیش کرنا اور ان کے معانی و مفاہیم کو معین کرنا کافی نہیں۔ بلکہ ان مفردات اور معانی کو ایک دوسرے کے ساتھ ربط دینا ہے۔ آپ اقتصادی مسائل کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

" صحیح طریقہ بحث یہ ہے کہ اقتصادیات کے مسئلہ کو اس سانچے میں ڈال کر دیکھیں جو حیات انسانی کے تمام شعبوں پر حاوی ہو اس لیے کہ اس قسم کی محیط نظروں سے مختلف ہوتی ہے۔ آپ ایک ہی خط کو دو طریقوں سے دیکھیں تو اس کی حیثیتیں مختلف ہو جائیں گی۔ ممکن ہے کہ وہ مستقل طریقہ پر طویل معلوم ہو لیکن ایک نقشہ کے ضمن میں آکر کوتاہ نظر آئے۔ بعینہ یہی حال اقتصادی مسائل اور دیگر مسائل زندگی کا ہے جب تک اقتصادیات کو حیات کے تمام شعبوں کے ساتھ ملا کر نہ دیکھیں گے ان کی صحیح نوعیت معلوم نہ ہو سکے گی۔" (18)

انفرادی طور پر نصوص کو دیکھنا کافی نہیں:

بعض افراد کی نظر بعض مہم مسائل میں اس کے درست ہونے یا نہ ہونے کی طرف ہے اور مسائل کو الگ الگ دیکھتے ہیں جبکہ سید کی نظر میں یہ طریقہ اسلام کو ایک سسٹم کے طور پر دیکھنے والوں کے لیے کافی نہیں بلکہ تمام اسلامی تعلیمات کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کر کے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

"جبکہ ہماری بحثوں میں اسلامی قانون کے مختلف احکام، حقوق اور التزامات کا تذکرہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ ان کی روشنی میں ایک منظم اقتصادی مذہب کا پتا لگایا جا سکے تو ہمارے لیے یہ کسی صورت روا نہیں ہے کہ ہم کسی ایک قانون کو انفرادی طور پر دیکھ کر اس سے استنتاج کر سکیں، یہ انداز نظر تو ان لوگوں کا ہوتا ہے جو مختلف قوانین کو ان کی صحت یا عدم صحت کے فیصلہ کے لیے دیکھتے ہیں۔ ہمارا مطمع نظر اس سے بالکل مختلف ہے۔ ہمیں ان احکام و قوانین کے باہمی ارتباط پر غور کر کے ان کے درمیان سے ایک مرتب و مربوط نظام کا

استخراج کرنا ہے۔ ہمارے لیے تو ان اسلامی مفکرین کا طرز عمل بھی مہمل ہے جو مختلف احکام کو نقل کر کے عہد بر آہو جاتے ہیں۔۔۔"(19)

پس صرف نصوص کو جمع کرنے پر اکتفا کسی مسئلے کا حل نہیں بلکہ ان تمام نصوص کے آپس میں ربط، ہم آہنگی کو دیکھنا ضروری ہے اور مختلف پہلوؤں پر مشتمل کڑیوں کو ایک دوسرے سے ملا کر صحیح نتیجہ اور نظریہ وجود میں لانا ہے۔

عملی تطبیقات:

سید محمد باقر صدر نے صرف نظریہ کے بیان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے دور کے اہم مشکلات کو اسی طرز پر حل بھی کیا ہے، ج اس روش موضوعی کو صرف قرآن کو سمجھنے کے لیے ہی نہیں بلکہ دیگر علوم کو سمجھنے کے لیے اس کی ضرورت پر تاکید کی ہے جیسے پیشوایان دین کی زندگی، فقہ، تاریخ۔۔۔ پر تحقیق کے لیے اس طرز کو اپنایا ہے۔ آپ نے شناخت کے سلسلے میں "فلسفتنا" اقتصادی مسائل کے حوالے سے "اقتصادنا" سیاسی مسائل کے بارے میں "الاسلام یقود الحیاۃ، معاشرتی حوالے سے "سنن القرآن" اور تاریخی مسائل کو" اہل البیت تنوع الادوار ووحدۃ الھدف" جیسے موضوعات کے ذیل میں حل کیا ہے۔

ماحصل:

1۔ تفسیر، قرآن کو سمجھنے کے ذریعہ ہونے کے لحاظ سے صدر اسلام سے ہی اہل بیت، اصحاب، اور تابعین کی توجہ کا مرکز رہا ہے، اس سلسلے میں زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ وسعت، گہرائی، پھیلاو آتی رہی ہے، اور مختلف پہلوؤں پر مشتمل تفاسیر کا ایک بڑا ذخیرہ امت کے درمیان موجود ہے۔

2۔ یہ تفاسیر مختلف پہلوؤں میں ایک دوسرے سے اختلاف کے باوجود ایک نکتے میں سب مشترک ہیں وہ یہ کہ ساری تفاسیر میں "تفسیر ترتیبی و تجزئی" کی روش کارفرما ہے۔ جس میں ایک آیت کو مختلف لفظی، ادبی، لغوی۔۔۔ لحاظ سے تفسیر کر کے اس کے معنی کے گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے، جب حقیقت منکشف ہو جائے تو مفسر کا کام یہاں تمام ہوتا ہے۔

3۔ اس کے مقابلے میں ایک اور روش جو "تفسیر موضوعی" کے نام سے عصر حاضر میں مفکرین ومفسرین اسلامی کی طرف سے پیش کیا گیا ہے جس میں کسی قرآنی موضوع سے کو مورد بحث قرار دے کر اس بارے میں جدید نظریات وافکار سے استفداہ کر کے پھر قرآنی نظریے کو اثبات کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

4۔ تفسیر موضوعی، کی مختلف اقسام میں سے ایک اہم قسم جس کی طرف سید محمد باقر صدر نے پہلی بار توجہ دلائی ہے وہ یہ ہے عصر حاضر میں جدید غیر اسلامی مکاتب کے مقابلے میں اسلام کے نظریہ کو ثابت کرنے اور ایک نظام کے طور پر اسلام کی حقانیت وآفاقیت کو آشکار کرنے کے لیے یہ واحد راستہ ہے جس سے اسلام کا دفاع ممکن ہے۔

5۔ اس روش تفسیر میں انسانی زندگی سے مربوط کسی موضوع کے بارے میں جدید تمام نظریات، ان کے ضعیف وقوی نکات کا جائزہ لیا جاتا ہے، پھر اس نظریے کو قرآن کے سامنے پیش کر کے قرآن سے اس کا حل طلب کیا جاتا ہے اور مفسر قرآن سے گفتگو کر کے قرآنی نظریہ کو کشف کرتا ہے اور دیگر مکاتب اور بشری تجربات وفکار میں موجود نقائص کو ظاہر کر کے قرآن کے نگاہ سے ایک جامع وکامل راہ حل پیش کرتا ہے جو انسان کی دنیا و آخرت دونوں کی سعادت ونجات کا ضامن ہے۔

6۔اس روش کو صرف نظریے کی حد سے نکال کر فکری، عقیدتی، تفسیری، فقہی، تاریخی اور فلسفی مسائل پر عملی میدان میں تطبیق کیا جو آپ کے آثار میں نظر آتا ہے۔

حوالہ جات:

(1)راغب اصفہانی، **مفردات راغب**(اتہران:نتشارات مرتضوی،، تاریخ نشر1386)

(2)معرفت، محمد ہادی، **تفسیر و مفسران**، ج1، ص17۔19، (**قم**:موسسہ فرہنگ **تمہید**،،1379)

(3)الصدر، سید محمد باقر، **المدرسۃ القرآنیہ**، ص،21، (**قم**:دارالصدر،1435ق)

(4)االصد، **المدرسۃ القرآنیہ**۔ ص23

(5)شریف رضی **نہج البلاغہ**۔ خطبہ،158 (قم،انتشارات امیر المومنین، چاپ ۵۴، سال ۱۳۹۰ش)

(6)الصدر، محمد باقر، **تفسیر شہید صدر**، ص190، (کراچی: دارالثقافۃ الاسلامیہ،، محرم1424ھ)

(7)الصدر، **تفسیر شہید صدر**، ص191

(8)الصدر، السید محمد باقر، **اسلامی اقتصادیات کا جائزہ**، ص40، (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، مارچ1971)

(9)السید محمد باقر الصدر، **ہمارے اقتصادیات**، ص305, (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، مارچ1971)

(10)۔ الصدر، **المدرسۃ القرآنیہ**، ص41

(11) **تفسیر شہید صدر**،195

(12)مکارم شیرازی، **پیام قرآن**، جلد اول، ص22،23، (تہران: دارالکتب الاسلامیہ،1388ش)

(13) الارزاقی، الدکتور احمد، **منہج فہم القرآن عند الشہید الصدر**، ص344، (بیروت: منشورات المحبین،1422ھ۔2011ء)

(14)الصدر، **تفسیر شہید صدر**، ص183

(15)الصدر، **ہمارے اقتصادیات**، ص592

(16)اباقربری، **فقہ النظریہ عند الشہید الصدر** (تہران: کتاب قضایا اسلامیہ معاصرہ،2001)

(17)لارزاقی، منہج فہم القرآن عند الشہید الصدر،348

(18)۔ الصدر، **ہمارے اقتصادیات**، ص304

(19)الصدر، **ہمارے اقتصادیات**، ص366

مصادر و منابع:

1۔ دوہفتہ نامہ رایحہ ،(اشاعت خاص افکار قرآنی شہید صدر) سال پنجم، شمارہ۔76، اسفند 1388، تہران.

2۔ سید محمد باقر الصدر، المدرسۃ القرآنیہ، ص 28، دار الصدر، قم 1435ق

3۔ سید محمد باقر صدر، تفسیر شہید صدر، ص 193۔195، دار الثقافۃ الاسلامیہ، اکراچی، محرم 1424ھ

4۔ باقر بری، فقہ النظریہ وند الشہید الصدر، 2001، کتاب قضایا اسلامیہ معاصرہ،

5۔ صائب عبدالحمید، محمد باقر الصدر من فقہ الاحکام الی فقہ النظریات، مرکز الحضارۃ التنمیۃ الفکر الاسلامی، بیروت

6۔ الدکتور احمد الارزاقی، منہج فہم القرآن عند الشہید الصدر، منشورات المحبین، 1422ھ۔2011ء

7۔ علی صفائی حائری، روش برداشت از قرآن، انتشارات لیلہ القدر، 1385